پروفیسر خالد شبیر احمد

© rasailojaraid.com

# علامہ اقبال اور جمہوریت

انگریزوں کے ۹۰ سالہ دورِ غلامی میں قدرت کی رحمتیں اور برکتیں یوں ہمارے شاملِ حال رہیں کہ ہمارے درمیان عظیم شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کے کارناموں سے ہمارے دَور کی تاریخ جگمگا اُٹھتی ہے۔ اُن کے کام کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انگریز جیسی قوت ہندوستان جیسے عظیم ملک کو ۹۰ برس سے زیادہ غلام نہ رکھ سکی اور بالآخر انہیں ہندوستان آزاد کر کے یہاں سے رختِ سفر باندھنا پڑا۔ ہندوستان کی ان عظیم شخصیتوں میں جو مقام علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کو حاصل ہے وہ بہت کم زعماء کے حصے میں آیا ہے۔ علامہ اقبال نے جہاں اپنے دَور میں مسلمانوں کو درسِ حُریت دے کر آزادی کی راہوں کو ہموار کیا۔ وہاں دوسری طرف اُن کے فکر کا عظیم ورثہ آج بھی ہمارے درمیان موجود ہے جس سے قیامت تک کے مسلمان استفادہ کرتے رہیں گے۔ علامہ اقبال کے اس فکر کو ہم بلاشبہ اسلامی فکر کہہ سکتے ہیں کیونکہ علامہ اقبال کے فکر کی اساس قرآن پاک ہے۔ جدید دَور میں عالمِ اسلام کے تمام مسلم فلاسفروں میں علامہ اقبال قرآن فہمی کے میدان میں ایک بلند اور منفرد مقام پر فائز ہیں کیونکہ علامہ اقبال نے جس قدر ڈوب کر قرآن کا مطالعہ کیا ہے اور قرآن پر جس قدر گہری اور عمیق نظر آپ کی ہے جدید تعلیم یافتہ طبقے میں شاید اس کی دوسری مثال آپ کو ڈھونڈنے سے بھی نہ مل سکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال یہ راز پا گئے کہ اس دَور کے مسلمان قرآنِ پاک کو پسِ پشت ڈال کر عظمت و وقار کے بلند مقام سے قعرِ مذلت میں گر چکے ہیں اور اب انہیں دوبارہ کھوئے ہوئے مقام تک لے جانے کے لئے قرآنی تعلیمات اور قرآنی پیغامات کو عام کرنا ہے۔ اقبال کا پورا کلام قرآنِ کریم کی روشنی میں قرآنی آیات کو سامنے رکھ کر کہا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک کلامِ اقبال کی اہمیت اس لئے ہے کہ اس کی بنیاد فرمانِ الٰہی پر ہے جس کے ذریعے علامہ اقبالؒ ملتِ اسلامیہ کے کھوئے ہوئے وقار کو بحال کرنا چاہتے تھے ورنہ شاعری اُن کے ہاں مقصد ہرگز نہیں بلکہ حصولِ مقصد کا ذریعہ ہے۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست ؎

سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

علامہ اقبال نے نثر و نظم میں زندگی کے ہر پہلو سے تعلق رکھنے والے مسائل پر اپنے مخصوص انداز میں روشنی ڈالی چونکہ انسانی زندگی میں سیاسی مسائل بھی کم اہمیت نہیں رکھتے اس لئے انہوں نے سیاسی مسائل پر بھی بات کی ہے۔ سیاسی مسائل پر بھی قلم اُٹھاتے ہوئے اُنہوں نے قرآنِ پاک کو سامنے رکھا۔ کاش ہم ان کے فکر کو سمجھ کر اُس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے تو اس وقت تک ہمارے مسائل حل ہو چکے ہوتے۔

علامہ اقبال حرکت اور عمل کے شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں حرکت اور عمل کا عنصر وافر موجود ہے لیکن ہماری بدبختی ملاحظہ ہو کہ حرکت اور عمل کے میدان میں ہی ہم پھسڈی ثابت ہوئے ہیں۔ اقبالؒ کے ہاں یقینِ محکم خود عمل کا نام ہے وہ اس حقیقت کو بے یقینی قرار دیتے ہیں جو علم کی حدود سے باہر ہے۔

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم ؎

کرتی ہے جو ہر زماں روحِ عمل کا حساب

اقبال کے سیاسی نظریات پر نگاہ ڈالی جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اقبال کے ہاں ایسا نظامِ حکومت انسانی فلاح و بہبود کے لئے انتہائی مہلک ہے جس کی بنیاد بندے اور خدا کے تعلق سے ہٹ کر دین و سیاست کی جُدائی پر ہو۔ اسلامی تہذیب کی جتنی بھی تباہ کاریاں صفحۂ تاریخ پر محفوظ ہیں، اقبال کے نزدیک اس کی فقط ایک اور ایک ہی وجہ ہے اور وہ ہے بندوں کی بندوں پر حکومت کا چسکا اور لپکا ہے ہیں سے منفی سیاست کے برگ و بار پیدا ہوتے ہیں جو بالآخر شر و فساد کے تناور درخت بن جاتے ہیں۔ اقبال چونکہ اسلام کا ترجمان ہے اس لئے اس کے خیالات و احساسات اس کے نظریات اور اس کی تعلیمات کی بنیاد دینِ اسلام ہے اور لادین سیاست کا ان کے ہاں کوئی جواز نہیں ہے۔ ؎

ہوئی دین و دنیا میں جس دم جُدائی

ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے ؎

جلالِ بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

© rasailojaraid.com

اقبال کے ہاں حکومت میں شرکت کی پہلی شرط اعمالِ صالح ہیں۔ جب تک عمل صالح نہیں کرو گے حکومت اور مرتبے میں شامل نہیں کئے جاؤ گے خود قرآن پاک اس بات کی تلقین کرتا ہے۔

© rasailojaraid.com

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۝

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو حاکم بنانے کا وعدہ کر لیا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کئے۔ جس طرح ان کے اگلوں کو اس نے حاکم بنایا۔

دوسری جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ۝

بے شک زمین صالح لوگوں کی میراث ہے۔

اقبال کے ہاں جمہوریت اس لئے قابلِ مذمت ہے کہ اس میں نیک و بد میں اسلامی تعلیمات کے مطابق کوئی حدِ فاصل موجود نہیں ہے۔ ہر انسان حکومت میں شریک ہے اور ہر فرد کا حکومت میں حصہ ہے اگر وہ اکثریت کو اپنے ساتھ ملا لے تو حکومت کے اعلیٰ مراتب تک پہنچ سکتا ہے۔ جمہوریت میں جو اہمیت اکثریت کو حاصل ہے۔ اسلام میں وہی اہمیت تقویٰ اور پرہیزگاری کو حاصل ہے۔ اسلام میں حکومت کرنے کے لئے دو اوصاف کا ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ تقویٰ اور اہلیت لیکن جمہوریت میں اکثریت کافی ہے۔ روسو، منتہائے عوام کی بات کرتا ہے جس میں نیکی، کردار، اخلاق اہلیت نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اقبال روسو کے برعکس اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نیکی اور تقویٰ کا مبلغ ہے۔ اقبال کے ہاں حکومت میں شمولیت کے لئے جوشِ کردار اور جذبۂ عمل ضروری ہے کیونکہ جوشِ کردار اور عمل انسان کو خدا کے قریب لے جاتا ہے۔

جوشِ کردار سے کھل جاتے ہیں تقدیر کے راز — راز ہے راز ہے تقدیرِ جہانِ تگ و دَو
جوشِ کردار سے ہو جاتی ہے اس کی حرارت سے گداز — جوشِ کردار سے شمشیرِ سکندر کا طلوع
جوشِ کردار سے بنتی ہے خدا کی آواز — صفِ جنگاہ میں مردانِ خدا کی تکبیر

اقبال کے ہاں کردار کی عظمت حاصل کرنے کے بعد آدمی کا ہر عمل اور ہر فعل خدا کا فعل قرار پایا ہے اور جب یہ قوت پیدا ہو جاتی ہے تو پھر انسان کا متقی اور صالح ہونا آسان و سہل ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص ہی حکومت میں حصہ لینے یا حکومت کرنے کا حق دار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے قرآن پاک میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


فرماتے ہیں۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ — جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں موجود ہے وہ سب تمہارے تابع فرمان ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جمہوری نظامِ حکومت کے برعکس اسلام میں حکومت کا حق صرف اعلیٰ کردار واوصاف کے نیک اور متقی لوگوں کو کیوں ہے؟ غیر متقی لوگ حقِ حکومت سے محروم کیوں قرار دیئے گئے ہیں؟ اس بات کو سمجھنے کیلئے اسلام کے تصورِ اقتدارِ اعلیٰ کو سمجھنے کی ضرورت ہے جس کے تحت حکومت کا حق صرف خدا کے لئے مخصوص ہے جو اس ساری کائنات کا خالق ہے۔ اسی خالق نے انسانوں کے لئے زندگی بسر کرنے کے لئے کچھ ضابطے، قاعدے اور قانون بنا دیئے ہیں جن پر وہی حکمران عمل کروا سکتا ہے جسے اُن ضابطوں پر یقین ہو اور جو خود اپنی زندگی میں ان ضابطوں کی تعمیل کرتا ہو۔ خدا کی حکمرانی پر قرآن پاک میں بیسیوں آیاتِ مقدسہ موجود ہیں مثلاً:

| | |
|---|---|
| لَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ | حکومت میں خدا کا کوئی شریک نہیں |
| إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ | کسی کا حکم نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ |
| لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ | قوت نہیں ہے مگر من جانب اللہ |
| فتعلى الله الملك الحق | بزرگ تر ہے اللہ تمہارا رب؛ ملک اسی کا ہے |
| أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ | کیا اللہ تعالیٰ بہترین حاکم نہیں ہے۔ |

علامہ اقبال نے ان آیاتِ قرآنی کا ترجمہ اس طرح کیا ہے ؎

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے بس وہی باقی بتانِ آذری

ان آیاتِ قرآنی سے واضح ہوتا ہے کہ حکمرانی کے حق میں اللہ کے سوا کوئی دوسرا شریک نہیں جس نے پیدا کیا ہے وہی بہتر جانتا ہے کہ انسان پر کون سے قانون کے تحت حکومت کی جا سکتی ہے کس بات میں انسان کا فائدہ مضمر ہے اور کس بات میں نقصان پوشیدہ ہے فقط اللہ تعالیٰ کی ہستی اس لائق ہے کہ اُسے انسانی فکر وعمل کا رہنما قرار دیا جائے تاکہ بندے بندوں کی غلامی سے نجات حاصل کر کے اللہ کی غلامی میں آجائیں اور یوں بنی نوع انسان ہر طرح کے انسانی تصرف و استحصال سے نجات پا سکے۔ اس لئے اسلام میں حکمرانی کے لئے صرف وہی افراد مخصوص ہیں جن میں وہ تمام اوصاف موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند فرمائے ہیں۔ علامہ اقبال اس بنیادی بات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو اپنی تحریر میں اس طرح بیان کرتے ہیں :

"اسلام بحیثیت نظامِ سیاست کے، اصولِ توحید کو انسانوں کی جذباتی اور ذہنی زندگی میں ایک زندہ عنصر بنانے کا عملی طریقہ ہے اس کا مطالبۂ وفاداری صرف خدا کے لئے ہے نہ کہ تخت و تاج کے لئے اور چونکہ ذاتِ باری تمام روحانی اساس سے عبارت ہے اس لئے اس کی اطاعت کیشی کا درحقیقت یہ مطلب ہے کہ انسان خود اپنی معیاری فطرت (اعلیٰ اوصاف) کی اطاعت کیشی کرتا ہے۔" (تشکیلِ جدیدِ الٰہیاتِ اسلامیہ)

اقبال کے ہاں محض عوام کی حکومت خواہ وہ عوام کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو کوئی کشش نہیں رکھتی کیونکہ عوام معیارِ حق نہیں، عوام غلط فیصلے بھی کر سکتے ہیں اور غلط راہوں پر چل کر ملک و ملت کو نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں، عوام کی حکومت میں پھر حکمرانوں کے لئے معیارِ حق عوام کی خوشنودی کو قرار دیا جاتا ہے۔ حکمرانوں کا فرض ہے کہ وہ عوام کی خوشنودی کی خاطر کام کریں لیکن عوام کی خوشنودی اگر خدانخواستہ خدا کی خوشنودی کے ساتھ ٹکراتی ہو تو پھر جمہوریت میں اس کا کوئی علاج نہیں ہے جب کہ اسلام میں مومن کی زندگی کا ماحصل اور مقصدِ حیات فقط خوشنودیٔ خدا ہے۔ اسلامی حکومت میں خود حکومت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے لئے ایسا ماحول مہیا کرے جس میں وہ بآسانی اللہ کی خوشنودی کے لئے کام کر سکیں۔ چنانچہ اسلام کے نزدیک اسلامی حکومت اور مسلمان دونوں کا فرض ہے کہ وہ ہر کام اللہ کی خوشنودی کے لئے کریں۔ اسلام میں فرد اور ریاست دونوں اللہ کی رضا کے لئے ہیں جب کہ جمہوریت میں ریاست افراد کے لئے اور اشتراکیت میں افراد ریاست کے لئے ہیں۔ اسلام ان دونوں نظریات کے درمیان ایک تیسرا نظریہ پیش کرتا ہے جس سے ہر دو انتہا پسند نظریات کی نفی ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح تیسری معتدل صورت سامنے آتی ہے جس پر ہم عمل کر کے اللہ کی رضا بھی حاصل کر سکتے ہیں اور حکومتی معاملات کو بھی احسن طور پر سرانجام دے سکتے ہیں۔ ان معروضات کی روشنی میں ہم حکومتِ الٰہیہ کی تعریف اس طرح کر سکتے ہیں۔

"حکومتِ الٰہیہ سے مراد اللہ کی حکومت، اللہ کے نیک بندوں کے ذریعے، اللہ کی رضا کے لئے۔"

تاریخِ انسانیت کو سامنے رکھ کر دیکھئے تو یہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ جب بھی کسی نظامِ حکومت میں خدا کی خوشنودی کو فراموش کیا گیا تو نتیجہ بنی نوعِ انسان کے لئے مہلک ثابت ہوا۔ اس کے برعکس جب بھی خدا کی خوشنودی کے لئے کام ہوا اور انسانیت کو بھی آسودگی اور راحت حاصل ہوئی اور اس کے ساتھ ساتھ خدا کی رضا بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حاصل ہوئی۔

علامہ اقبال نے ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک یورپ میں قیام پذیر ہو کر خود ملاحظہ فرمایا کہ عوام پر عوام کی حکومت کا اطلاق کس طرح اور کتنی شدت کے ساتھ ہو رہا ہے۔ جمہوری نظام بظاہر عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے عوام پر ہے لیکن حقیقت میں یہ نظام مخصوص افراد کے ہاتھ میں ہے جو معاشی اور سیاست کے سارے وسائل پر چھائے ہوئے ہیں، عوام کو بے چارگی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ علامہ اقبال پر واضح ہو گیا کہ بظاہر اقتدارِ اعلیٰ کے مالک عوام ہیں لیکن بباطن اقتدارِ اعلیٰ ایک مخصوص سرمایہ دار جماعت کے ہاتھ ہے جس کے اشاروں پر سارا ملک ناچتا ہے اور پھر ایسی حکومت کے ہاں صداقت، صلاحیت، لیاقت کو اتنی اہمیت نہیں جتنی آرا کی کثرت کو حاصل ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال فرماتے ہیں ؂

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

علامہ اقبال کی مشہور نظم "خضرِ راہ" بھی جدید دور کے اس جمہوری نظام کو پیشِ نظر رکھ کر لکھی گئی۔ غالباً یہ نظم اقبال نے ۱۹۲۱ء میں کہی، جب پہلی جنگِ عظیم کے خاتمے کے بعد دوبارہ امن و سلامتی کی راہیں تلاش کی جا رہی تھیں لیکن ایسے حالات میں جب کہ مغرب کے اہلِ دانش جمہوریت کے ہاتھوں انسانی معاشرے کی دھجیاں بکھیر چکے تھے اور اسلامی ممالک خصوصاً تباہی و بربادی کا نشانہ بنائے گئے تھے خلافت کے نام پر جو برائے نام اتحاد مسلمانوں کے درمیان تھا اُسے بھی ختم کیا جا رہا تھا۔ انسانوں اور خصوصاً مسلمانوں کی اس تباہی و بربادی نے علامہ اقبال کے قلب و جگر میں آگ لگا دی اور وہ ذہنی کرب و اضطراب میں مبتلا ہو کر خضر سے سوال کرتے ہیں ؂

زندگی کا راز کیا ہے سلطنت کیا چیز ہے
اور سرمایہ و محنت میں ہے یہ کیا خروش

جواب ملتا ہے۔

آ بتاؤں تجھ کو رمز آیۂ اِنّ الملوک
سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادوگری

خواب سے بیدار ہوتا ہے کبھی محکوم گر
پھر سلا دیتی ہے اُس کو حکمراں کی ساحری

جادوئے محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز
دیکھتی ہے حلقۂ گردن میں سازِ دلبری

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردے میں نہیں غیر از نوائے قیصری



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب      تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

مجلسِ آئین و اصلاح و رعایات و حقوق      طبِ مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری

گرمیٔ گفتار، اعضائے مجالس الاماں      یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری

اس سرابِ رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو      آہ! اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

ان اشعار میں معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کے ہاں جمہوریت کیا تماشہ ہے؟ کس طرح جمہوری نظام میں نوائے قیصری موجود ہے؟ اور دیوِ استبداد نے اس قبا میں کس طرح اپنے آپ کو چھپا رکھا ہے؟ نظم سے یہ تاثر بھی ملتا ہے کہ اقبال جمہوریت کو اس لئے بھی نظامِ باطل قرار دیتے ہیں کہ یہ نظام نظامِ سرمایہ داری کو بنیادیں فراہم کرتا ہے جس میں غریب، مزدور پیشہ افراد کے لئے ترقی اور فلاح و بہبود کا کوئی امکان نہیں۔ بزعمِ خویش سیاسی مساوات کے یہ علمبردار نہیں جانتے کہ معاشی مساوات کے بغیر سیاسی مساوات کی کیا حیثیت ہے۔ جس معاشرے میں امیر اور غریب کے درمیان اتنا تفاوت موجود ہو کہ ایک کے گھر میں گھی کے چراغ جل رہے ہوں مگر دوسرا مٹی کے چراغ سے محروم ہو۔ ایک کے کتے اطلس و کمخواب میں سوتے ہوں تو دوسرے کی جوان بیٹی کا تن ڈھانپنے کو کپڑا دستیاب نہ ہو ایسے معاشرے میں غریب عوام کے مسائل کا حل تلاش کرنا ممکن ہی نہیں جس نظامِ حکومت میں غربا انصاف اور آسودہ زندگی کو ترس جائیں وہ نظام اسلامی نظام کی صورت کیسے اختیار کر سکتا ہے ایسا نظام اقبال کے ہاں شدید مذمت کا مستحق ہے اقبال ایسے نظام کو ہی نظامِ سرمایہ داری کہتا ہے جس کی کوکھ سے ایسی تہذیب جنم لیتی ہے جو قلب و نظر کی حیا سے لے کر ضمیر و روح کی پاکیزگی تک کو متاثر کرتی ہے جس تہذیب کے دامن میں خیر و برکت کی بجائے شر و فساد ہے جس تہذیب نے نہ ماضی میں انسان کو سکون مہیا کیا اور نہ مستقبل میں اس کی توقع ہے، فرماتے ہیں ؎

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب      کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف

رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید      ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف

تہذیبِ حاضر کے بارے میں دوسری جگہ علامہ اقبال ارشاد فرماتے ہیں:

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی      یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

وہ حکمت ناز تھا جس پر خردمندانِ مغرب کو      ہوس کے پنجۂ خونیں میں تیغِ کارزاری ہے

تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا      جہاں میں جس تدبر کی بنا سرمایہ داری ہے

© rasailojaraid.com

اقبال کو یورپ کی کسی چیز سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ یورپ کی حکمت سے لے کر حکومت تک ہر بات پر اقبال کو شدید اعتراض ہے کیونکہ اس مادہ پرست ذہنیت کا دین اور روح کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ہر وہ چیز جو انسان کو دین سے دُور لے جاتی ہے ۔ خدا اور بندے کے درمیان فاصلہ پیدا کرتی ہے اقبال کے ہاں قابلِ مذمت ہے اور چونکہ جمہوریت میں یہ تمام قباحتیں موجود ہیں اس لئے اقبال جمہوری طرزِ حکومت کو پسند نہیں کرتے بلکہ اسلامی جذبے کے تحت اسے تنقید کا نشانہ بنا کر مسلمانوں کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ جس چیز میں دین نہ ہو وہ قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ جس معاشرے میں بیکاری، مے خوری، عیاری، عریانی، فحاشی موجود ہوں وہاں بھلا ایسی فضا کیسے پیدا ہو سکتی ہے جس میں مہر، محبت، وفا، احسان، مروت، تعاون، اطاعت، شفقت جیسے اوصاف پرورش پا سکیں جن پر اسلامی نظامِ معاشرت کی بنیاد ہے جس سے انسانیت نکھرتی ہے اور روح سنورتی ہے اگر معاشرہ ان اوصافِ حمیدہ سے متصف نہیں تو پھر علم و ہنر کی روشنی خواہ کتنی ہی تیز ہو عقل و فکر اور جذب و عشق کی بات بنتی نظر نہیں آتی۔ اقبال یورپی معاشرے پر یوں تنقید کرتے ہیں۔

یورپ میں بہت روشنیٔ علم و ہنر ہے ۔۔۔ حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات
یہ علم یہ حکمت، یہ تدبر، یہ حکومت ۔۔۔ پیتے ہیں لہو دیتے ہیں درسِ مساوات
بے کاری و عریانی و میخواری و افلاس ۔۔۔ کیا کم ہیں فرنگی سیاست کی فتوحات
جو قوم کہ فیضانِ سماوی سے ہو محروم ۔۔۔ حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات
ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت ۔۔۔ احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

اقبال جمہوریت کے اس لئے بھی مخالف ہیں کہ اس سے اخلاق، اتحاد، صلاحیت، لیاقت، شرافت جیسے اوصاف بھی مجروح ہوتے ہیں۔ ووٹ اُسے ملتے ہیں جو وسائل رکھتا ہے۔ دولت کے اعتبار سے ہر انسانی وصف کو ذبح کر کے جو اعلیٰ سیاسی منصب پر پہنچتا ہے وہ اس منصب پر بیٹھ کر ایسے گُل کھلاتا ہے کہ عقل محوِ حیرت ہو جاتی ہے۔ نہ علم نہ تقویٰ نہ سیرت، نہ معاملہ فہمی صرف زر، زمین اور زن کے توسط سے حکمرانی میں حصہ ملتا ہے۔ اقبال کے ہاں یہ سب کچھ ذلت و رسوائی ہے۔ یہی وہ جمہوریت ہے جس کے بارے میں اقبال کہتے ہیں کہ "صد گدھے مل کر انسانی فہم و تدبر کے برابر نہیں" لیکن اس میں مشکل یہ ہے کہ دو سو گدھوں کی ڈھیچوں ڈھیچوں سے انسانی آواز وقتی طور پر دب کر رہ جاتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متاعِ معنیٔ بیگانہ از دوں فطرتاں جوئی — ز موراں شوخیٔ طبعِ سلیمانے نمی آید

گریز از طرزِ جمہوری غلامِ پختہ کارے شو — کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانے نمی آید

اور میرا یقین ہے کہ ان اشعار میں جو علامہ نے غلامِ پختہ کار کی تلقین فرمائی ہے اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے جن کے بارے میں ایک جگہ علامہ یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

بہ مصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

# قارئین — توجّہ فرمائیں!

**نقیبِ ختمِ نبوّت** — ڈیڑھ سال سے باقاعدگی کے ساتھ آپ کی خدمت میں پہنچ رہا ہے۔

الحمدللہ! ہمیں فخر ہے کہ ہم نے نہ تو اپنے بنیادی مقاصد سے انحراف کیا اور نہ اپنے عظیم اسلاف کے مشن سے روگردانی کی ہے۔

- ـــــ عقیدۂ توحید وختمِ نبوّت کا تحفّظ
- ـــــ عظمت، ناموسِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا دفاع
- ـــــ مرزائیت و رافضیت اور دیگر دین دشمن قوتوں کے خلاف جہاد ہمارا نصب العین ہے۔

یہی نقیبِ ختمِ نبوّت کی پہچان، شناخت اور علامت ہے۔

قارئینِ کرام! آپ نے جس والہانہ انداز میں ہم بے وسائل اور فقیروں کی حوصلہ افزائی کی ہے، ہم اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، آپ کو تہِ دل سے مبارکباد دیتے ہیں اور خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں ـــــ کاغذ کی گرانی اور طباعت وکتابت کے اخراجات میں بے پناہ اضافہ کی وجہ سے قیمت بڑھانے پر مجبور ہیں آئندہ سے پرچہ کی قیمت ۵/- روپے ہوگی ـــ قارئینِ کرام سے گزارش ہے کہ نقیب کے خریدار بڑھائیں اور اسے معیاری بنانے کے لئے اپنی تجاویز سے نوازیں ـــــ جن خریداروں کا سالانہ چندہ ختم ہو چکا ہے وہ فوراً ۵۰/- روپے منی آرڈر ارسال فرما کر اپنی سالانہ ممبرشپ کی تجدید فرمائیں ـــــ ان شاء اللہ ہم وسائل و مشکلات سے بے پرواہ ہو کر محض اللہ جل شانہٗ کے سہارے اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے ـــــ والسلام!

سید محمد کفیل بخاری (مدیر منتظم)



© rasailojaraid.com